Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:4 (1968)

قسط نمبر ۲

اسلام کا معاشی نظام

مولانا سیّد شمس الحق افغانی (تمغہ امتیاز) سابق وزیر معارف شرعیہ ریاست ہائے متحدہ بلوچستان

حال شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور

فناء عامہ مشترک ملکیت ہے آبادی کے قریب کھلی زمین عوام کی ملکیت ہے جس میں وہ مویشی چرائیں گے۔ اور کٹی ہوئی فصل رکھیں گے۔ ان منافع عامہ کے تعلق کی وجہ سے وہ زمین موات کے حکم میں نہیں۔ وہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں بن سکتی۔ وفی الزیلعی علی الہدایہ ج ۴ ص ۳۸۔ وفناء العامۃ ینتفعون بہ لانہم محتاجون الیہ لرعی مواشیہم وحصائدہم فلم یکن انتفاعہم منقطعا عنہ ظاہرا فلا یکون مواتا۔

معادن ظاہرہ عوام کی ملکیت ہیں المعادن الظاھرۃ وھی التی یوصل الیہا بغیر مؤنۃ ینتابہا الناس وینتفعون بہا کالملح والماء والکبریت والقیر والمومیا والنفط والکحل والیاقوت ومقاطع الطین واشباہ ذلک۔ ذلک لا تملک بالاحیاء ولا یجوز اقطاعہا لاحد من الناس .... (المغنی لابن القدامہ ج ۶ ص ۱۵۷) کھلی معدنیات جن تک رسائی میں زیادہ تکلیف نہ ہو، اُن کو عوام باری باری سے استعمال میں لائیں گے۔ اور اُن سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جیسے نمک، پانی (جس میں سوئی گیس بھی داخل ہے)۔ گوگرد، تارکول، مومیائی، مٹی کا تیل، پٹرول، سُرمہ، یاقوت، اور خاکی ٹکڑے (جس میں کھاد بھی داخل ہے)۔

خراج اور مالگذاری میں عوام کا حق الخراج فیئ بجمیع المسلمین ان عتب علی ارض الخراج وانقطع الماء اصطلم الزرع فلا خراج (کتاب الخراج لابی یوسفؒ) خراج تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ اگر زمین پر آفت پڑے یا پانی نہ ہو۔ یا فصل برباد ہو جائے تو خراج وصول نہیں کیا

جائے گا۔ (کتاب الخراج)

اداء کفایت مزارع مسلم وغیر مسلم کو تخم بیل وغیرہ کی رقم دی جاتی تھی۔ ان یدفع للعاجز کفایتہ من بیت المال (فتح القدیر ج صـ۱۵۵)۔

غیر مسلم رعیت بھی اگر محتاج ہو تو وہ بیت المال سے روزینہ کی مستحق ہے معاہدہ حیرہ کے سلسلہ میں فاروق اعظمؓ کا فرمان ہے کہ جو بوڑھا کام نہ کر سکے یا اس کو کوئی آفت پہنچے یا مالداری کے بعد فقیر ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگیں، تو اس سے جزیہ معاف ہے۔ اس کو اور اس کے سارے کنبے کو سرکاری خزانہ سے اخراجات دیئے جائیں گے۔ جب تک اسلامی مملکت میں رہے۔ اگر اسلامی مملکت سے نکل جائے۔ تو پھر اسلامی سلطنت پر اس کا خرچ لازم نہیں۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسف صـ۸۵)

معاشیاتِ اسلام کا تفصیلی نظام معاشیات کا تعلق انسان سے ہے اور انسان مختلف پہلو رکھتا ہے۔ اس کا ایک پہلو انفرادیت کا ہے۔ اس لحاظ سے کہ ایک انسان کو دوسرے انسانوں سے اجتماعی تعاون کی ضرورت ہے، اس وجہ سے اس کا دوسرا پہلو اجتماعیت کا ہے۔ اس لحاظ سے کہ وہ زندہ مخلوق ہے اور اس کی بقاء حیات کے لئے مخصوص اسباب کی ضرورت ہے، اس جہت سے وہ معاشیات کا موضوع ہے۔ پھر انسان چونکہ ایک روحانی مخلوق ہے۔ اس لئے وہ روحانیات کا بھی موضوع ہے۔ انسان ایک مخصوص فطرت رکھتا ہے، اس لحاظ سے وہ نفسیات کا موضوع ہے۔ انسان کو چونکہ کائنات اور خالقِ کائنات دونوں سے تعلق ہے، اس لئے انسان کا ایک کائناتی پہلو ہے۔ اور ایک الٰہیاتی پہلو بھی۔ اب جو مفکر انسان پر صرف معاشی حیثیت سے غور کرے گا اور باقی تمام پہلوؤں کو نظر انداز کرے گا، وہ خطرناک غلطی کا مرتکب ہو گا۔ جس طرح اگر کوئی انسان دل کا بھی مریض ہو اور معدے کا بھی۔ پھر دماغی مرض میں بھی مبتلا ہو تو جو ڈاکٹر یا حکیم اس کا علاج بحیثیت مریضِ قلب کرے گا اور معدے اور دماغ کے مرض کو نظر انداز کرے گا تو ایسی صورت میں اس انسان کی ہمہ جہتی صحت یابی ناممکن ہے۔ اگر انسانی اعضا میں بلحاظِ صحت باہمی ارتباط موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کی کلی صحت تمام اعضائی پہلوؤں کے ممکن علاج کرنے پر موقوف ہے تو ایک انسان کا علاج بھی صرف معاشی نقطۂ نظر سے غلط ہے۔ جب تک اس انسان کا تمام پہلوؤں کے لحاظ سے علاج نہ کیا جائے وہ علاج صحیح نہیں ہو گا۔ اشتراکی اور اکتنازی نظریات میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اُن مفکرین نے انسان کے صرف

ایک پہلو (معاشی) پر نظر ڈالی اور باقی تمام پہلوؤں کو بالکل نظر انداز کیا۔ اس لئے اُلجھنیں بڑھتی گئیں۔ اور معاشی مسئلہ بھی حل نہ ہُوا۔

اسلام کا ھمہ جہتی معاشی حل اسلام چونکہ دینِ الٰہی ہے۔ جس کی تمام انسانی پہلوؤں پر نظر ہے۔ اس لئے اس نے انسانی انفرادیت کو قائم کیا۔ اور جائز طریقوں سے انسان کو رزق کمانے اور شخصی ملکیت برقرار رکھنے کی پوری آزادی دی اور کوئی طاقت اس کی اس فطری آزادی کو سلب کرنے کی مجاز نہیں۔ قرآن کا اعلان ہے۔ ان لیس للانسان الاما سعی ان سعیہ سوف یریٰ۔ ہر انسان اپنے جائز اکتسابِ مال کے لئے سعی کرنے میں آزاد ہے۔ اور اس کی کوشش کا ثمرہ صرف اسی کا حق ہے۔ بیہقی کی حدیث ہے کہ طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ دینی فرائض کے بعد رزقِ حلال کمانا بھی انسان پر فرض ہے۔ اذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ۔ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں تلاش معاش کے لئے پھیل جاؤ۔ ان ھدایات میں معاشی ضروریات کے لئے سعی وعمل کی دعوت ہے۔ اور عمل کا بڑا محرک فطرتاً شخصی ملکیت کا تصور اور اختصاص وانفرادیت کا جذبہ ہے۔ اس فطری امر کو اسلام نے برقرار رکھا بلکہ ان ھدایات کے ذریعہ اس کو عمل پر اُبھارا۔

اجتماعیت انفرادیت کا تقاضا پورا کرنے کے بعد اسلام نے انسان کے اجتماعی پہلو کے متعلق بھی ھدایات دیں۔ اور اجتماعی دائرے کے فرائض سے بھی اس کو آگاہ کیا۔ اسلام نے انسان کو یہ تصور دیا کہ پوری انسانیت ایک برادری ہے۔ اور ایک ہی کنبہ ہے۔ اور ایک ماں باپ کی اولاد ہے۔ یا ایھا الناس خلقناکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ان اللّٰہ علیمٌ خبیر۔ اے انسانو! میں نے تم سب کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا۔ اور تمہاری قومیں اور ذاتیں بنائیں تاکہ ایک دوسرے کا حق پہچانو۔ روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۲ میں ہے کہ لیعرف بعضکم بعضاً فتصلوا الارحام وتبینوا الانساب والتوارث لالتفاخر والخ یعنی یہ کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ حقِ قرابت ادا کرو اور انساب پہچان کر میراث کو اس کے مطابق تقسیم کرو۔ نہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے پر بڑائی جتلاؤ۔ بیہقی حضرت انسؓ سے مرفوعاً حدیث نقل کرتے ہیں۔ الناس عیال اللّٰہ اَحبّ الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہٖ۔ تمام اولادِ آدم اللّٰہ کا کنبہ ہے۔ اللّٰہ کو سب مخلوق میں وہی محبوب ہے۔ جو اس کے کنبہ کے ساتھ احسان کرے۔ وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ قابلِ تعریف وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ اور قانونی واجبات

کے علاوہ اپنے اموال میں سے سائل اور بے مال کو مالی مدد دینا اپنے اوپر واجب سمجھتے ہیں۔ یہی تفسیر مجاہد ابن عباسؓ سے روح المعانی میں مرقوم ہے۔ اب جو قوم خواہ روسی ہو یا امریکی، وحدتِ بشری کے اس فطری اجتماعی مسئلہ کو نظر انداز کرے تو اس قوم کی ساری کوشش اس حیثیت سے ہوگی کہ روسی یا امریکی قوم سربلند ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ باقی اقوام کو مغلوب اور قلاش بنا کر صرف ایک قوم کا پیٹ بھرنا اس کے پیشِ نظر رہے گا۔ اور اس کی وجہ سے عام معاشی عالمی حالت خراب ہو جائے گی۔ جیسے آج کل کا مشاہدہ ہے۔ اقوامِ متحدہ کی رپورٹ کے مطابق نصف انسانی آبادی روٹی سے محروم ہے۔

انسان کا روحانی پہلو انسان ایک روحانی مخلوق بھی ہے۔ اگر اس کو اللہ سے ربط ہو۔ اور نتائجِ اعمال اور مکافاتِ عمل کا یقین ہو اور قلب بخل، حرص، تکبر، حبِ ذات اور حبِ قوم کی آلائشوں سے پاک ہو تو اس کی اپنی معاشی حالت بھی ٹھیک ہوگی۔ دوسرے انسانی افراد کو بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔ اور کوئی دوسرا انسان اس کے ظلم کا شکار نہ ہوگا۔ لیکن اگر خود انسانی روح ناپاک ہو تو اس کا وجود دوسرے انسان کے لئے وبال ہوگا۔ اور ہر وقت دوسرے انسان اس کے جانی و مالی مظالم کے تختۂ مشق بنتے رہیں گے۔ قوانین خواہ اچھے ہوں یا بُرے۔ لیکن اُن کو نافذ کرنے والا بہرحال انسان ہی ہوگا۔ جب انسان کی روحانیت بگڑی ہوئی ہو تو قوانین چاہے عادلانہ ہوں، وہ کیا کر سکتے ہیں۔ اِس کی چشم دید دلیل دورِ حاضر کی بڑی طاقتیں ہیں، جو آئے دن ضعیف اقوام کو تباہ کر رہی ہیں۔ اُن کو اقوامِ متحدہ نہ روک سکتی ہے۔ اور نہ زبان سے ظالم و جارح کو ظالم و جارح کہہ سکتی ہے۔ خود ویت نام میں امریکہ کی تباہ کن کارروائی اور عربوں کے خلاف بڑی طاقتوں کے اشارہ پر یہود کے مظالم اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اقوامِ متحدہ کو زبان اور قلم ہلانے کی بھی ہمت نہیں کہ وہ بُرے کو بُرا کہہ سکے۔ قرآن نے صحیح فرمایا ہے۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ کامیاب ہوا وہ انسان جو روح کو پاک کرے اور ناکام ہے وہ انسان جس نے اغراض و مصالح دنیوی کی گندگی سے روح کو آلودہ کیا۔

انسان کا نفسیاتی پہلو انسانی نفس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انسان میں مال کی محبت رکھی ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر انسان میں کلیۃً حبِ مال نہ ہو تو وہ طلبِ مال چھوڑ دے گا۔ جس سے دنیا کی رونق بھی ختم ہو جائے گی۔ اور چونکہ مال ہی سے انسانی زندگی قائم ہے، پس مال اگر نہ ہو تو خود انسان بھی ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ مال کی فطری محبت ہے جس کو قرآن ان بلیغ الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذٰلک متاع الحیٰوۃ الدنیا واللّٰہ عندہٗ حسن المآب۔ اس آیت میں دنیوی محبوبات کی پوری تفصیلی فہرست بیان کی گئی۔ انسان کو فطرۃً انسانوں میں سے بیویوں اور اولاد سے محبت ہے۔ جمادات میں سے سونے چاندی کے انباروں سے اور حیوانات میں سے عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں سے اور نباتات میں سے کھیت اور فصلوں سے۔ دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ انسان مال کی محبت میں حد سے زیادہ حریص اور شدید ہے۔ انہٗ لحب الخیر لشدید۔ اس لئے معاشی نظام کی درستی کے لئے انسان کے اس نفسیاتی جذبہ کی اصلاح اور اس کو اعتدال پر لانا ضروری ہے۔ اِس کے لئے اسلام نے مندرجہ ذیل ھدایات دیں۔

۱۔ مذکورہ فہرست کے بعد قرآن کا ارشاد ہے:۔ ذٰلک متاع الحیٰوۃ الدنیا واللّٰہ عندہٗ حسن المآب۔ یہ مذکورہ چیزیں چند روز کے لئے فائدہ اُٹھانے کا سامان ہیں۔ اور اللہ کے پاس وہ چیز ہے جو انجام حیات کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہُوا۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والآخرۃ خیرٌ و ابقیٰ۔ اس دورِ حیات کے فوائد کو تم ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ زندگی کا اصلی آخری دَور عمدگی میں دنیا سے بڑھ کر ہے اور پائدار بھی ہے۔ قرآن چونکہ خدائے حکیم کا کلام ہے، اس لئے وہ اِس نفسیاتی گُر سے واقف ہے کہ مال اور دنیوی فوائد کی فطری محبت محو نہیں کی جا سکتی۔ البتہ موڑی جا سکتی ہے۔ یعنی اس محبت کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ امالہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اس کا رُخ ایک بڑے محبوب کی طرف پھیرا جا سکتا ہے۔ اس لئے قرآن نے گزشتہ آیات میں دنیوی نعمتوں کا اُخروی نعمتوں کے ساتھ موازنہ کیا اور بتایا کہ اُخروی نعمتوں میں بلحاظ انجام حسُن ہے۔ لیکن دنیوی نعمتوں کا انجام فنا ہے، اُخروی نعمتیں دنیوی نعمتوں کی بہ نسبت بہتر ہیں۔ اور یہ بہتری لامحدود ہے۔ لیکن اگر ان دونوں کے باہمی تفاوت کو پتھر اور سونے کے درمیان جو تفاوت ہے اس کے مماثل قرار دیا جائے تو بھی کوئی عاقل سونے پر پتھر کو ترجیح نہیں دے گا۔ اور نہ سونے سے پتھر کو زیادہ محبوب سمجھے گا۔ دوسرا موازنہ دوام اور البقاء کا موازنہ ہے۔ اگر کسی عاقل کو کہا جائے کہ تم اگر چاہو تو میں تم کو ایک من پتھر چند دن کے لئے دوں گا اور پھر واپس لے لوں گا۔ اور اگر چاہو تو ایک من سونا ہمیشہ کے لئے دوں گا تو یقینی بات ہے کہ وہ چند روز کے لئے پتھر حاصل کرنے کی بہ نسبت دوامی طور پر ایک من سونا کا مالک بن جانے کو زیادہ محبوب جانے گا۔ اس لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کا رُخ دنیا

سے آخرت کی محبوبات کی طرف پھیر کر انسان کی اس حرص دنیا کا خاتمہ کر دیا جس سے انسان کی معاشی حالت پر ضرب پڑتی تھی۔

۲۔ دوسری طرف اسلام نے یہ بتایا کہ انسان کے تمام مفاسد کی جڑ حُبِّ دنیا ہے۔ ظلم اور دوسرے انسانوں کی حق تلفی، چوری، ڈاکہ، سود، رشوت، خیانت، بے اصولی ان سب کا اصلی سبب حُبِّ دنیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "حب الدنیا رأس کل خطیئة" قرآن کا ارشاد: "امامن طغیٰ و اٰثر الحیٰوة الدنیا فان الجحیم هی الماویٰ" جس نے ظلم اور سرکشی اختیار کی۔ اور دوسروں کا حق مارا اور آخرت کی پائدار اور محبوب زندگی پر دنیائے فانی کی حقیر زندگی کو ترجیح دی۔ تو اس نے جحیم اور دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔ الغرض ان ھدایات نے معاشی لوٹ کو ختم کیا۔ اور انسانی محبتِ مال کو اپنے دائرہ کے اندر رکھا۔

۳۔ حبِّ مال جو انسانی معاشرہ کے لئے منبعِ فساد ہے، اس کے امالہ کے لئے عملی مشق کی بھی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے ایسے عملی قوانین عطا کئے کہ انسانی حرص اور حبِّ مال اس عملی مشق کی وجہ سے مغلوب ہو اور انسان میں بنی نوعِ انسان پر مال صرف کرنے کی عادت پُختہ ہو جائے۔ اس کے لئے قانونِ زکوٰة کے تحت اموالِ تجارت میں سے نصاب اور سال گزر جانے کی شرط کے تحت اڑھائی فی صد محتاج طبقہ پر صرف کرنا لازم قرار دیا۔ اسی طرح زمینی پیداوار میں اگر آبپاشی آسان ہو تو اس کا دسواں حصہ اور اگر مشکل ہو تو بیسواں حصہ محتاجین کا لازمی حق قرار دیا گیا۔ اس طرح مخصوص جرائم کے کفارہ کے لئے کفارات کا قانون نافذ کیا کہ اگر روزہ توڑے یا بیوی کو یہ کہہ دے کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے ماں کی پُشت۔ تو ساٹھ محتاجوں کو دو وقت کھانا یا کپڑے دینے پڑیں گے۔ اسی طرح اگر قسم توڑ دے تو اس کے کفارے میں دس محتاجوں کو کھانا یا کپڑا دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے صدقات نافلہ کی ترغیب دی بلکہ اس میں اس حد تک تاکید کی کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہو، اس کو محتاجوں پر تقسیم کرو۔ ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو — آپ سے سوال کرتے ہیں کہ محتاجوں پر کس قدر خرچ کریں کہہ دو کہ جس قدر مال ضرورت سے زائد ہو۔

انسان کا کائناتی پہلو انسان کو اس لحاظ سے بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کل کائنات کا ایک اہم جزو ہے۔ جزو ہونے کے لحاظ سے بھی اس کے فرائض ہیں۔ وہ یہ کہ وہ کائنات کے لئے موجب تعمیر ہو نہ کہ موجب تخریب، دورِ حاضر کا انسان کائنات کے لئے تخریب کا سبب ہے۔ اگرچہ اس نے تعمیر کائنات میں بھی حصہ لیا اور لے رہا ہے۔ لیکن اس کی تخریب تعمیر پر غالب ہے۔ بالخصوص اس ایٹمی دور میں جب کہ انسانِ جدید

نے نہ صرف اہلاکِ انسان بلکہ اہلاک نباتات و عمارات اور فسادِ آب و ہوا کے لیئے وہ خطرناک سامان تیار کیئے کہ صرف ایک میزائل تین کروڑ انسانوں کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ اور ایک جراثیمی بم جو تین چھٹانک وزن کا ہے، برطانوی سائنس دان کی تحقیق کے مطابق تمام کرۂ ارض کی تباہی کے لیئے کافی ہے۔ اور اس سے جاندار، بر و بحر، ہوا اور زمین کی قوتِ نامیہ سب تباہ ہو جائیں گے۔ یہ وہ حکمت تخریب ہے :۔ ؎

کشد گرد اندیشہ پرکارِ مرگ　　　ہمہ حکمتِ او پرستارِ مرگ

غیر سائنسی دَور کے ہزاروں سالوں کی کائناتی تباہی سے دورِ سائنس کی ایک گھنٹہ کی تباہی زیادہ ہے۔ اس تباہی کا لازمی نتیجہ معاشی انحطاط ہے، بلکہ اس سے ذرائع معاش اور اُن ذرائع سے کام لینے والے انسان سب تباہ ہو جائیں گے۔ زمین کاشت کے قابل نہ رہے گی۔ پانی میں جراثیم پھیلنے سے انسانی عیش اور زندگی کا خاتمہ ہو گا۔ اور جو چیزیں انسان کے لئے مدارِ حیات ہیں۔ وہ خاکستہ کا ڈھیر بن جائیں گی۔

؎ ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہو اے اکبر!
اُڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمیں آیا

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعدِ قوۃٍ انکاثا۔ تم اُس نادان عورت کی طرح مت بنو جو اپنی محنت سے مضبوط کاتے ہوئے سُوت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی۔

انسان کا الٰہی پہلو　انسان کلیتہً آزاد نہیں۔ وہ کائنات کے حاکمِ اعلیٰ کے ماتحت ہے۔ اس کے ہاتھ میں جس قدر معاشی اور غیر معاشی نعمتیں ہیں، وہ اسی حاکمِ اعلیٰ کی امانت ہیں۔ اسی کے حکم کے تحت حاصل کی جائیں گی۔ اور اسی کے حکم کے ماتحت صرف ہوں گی۔ اس لیئے اس نے اکتسابِ مال پر پابندی لگائی ہے تاکہ سرمایہ دارانہ مفاسد پیدا نہ ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مال حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے، نہ حرام ذریعہ سے۔ تاکہ سرمایہ دارانہ طغیان اور سرکشی پیدا نہ ہو۔ اس لیئے اس نے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل یعنی تم ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ کہہ کر باطل کمائی کے تمام دروازے بند کیئے۔ خواہ استعاذہ ہو، استحصال بالجبر ہو، رشوت و سود ہو یا ظلم خیانت اور چوری ہو۔ یہ قانون اسلامی کی تحدید ہے۔ مجموعہ دولت چونکہ مجموعہ افرادِ انسانی کا ذریعہ معاش ہے اس لیئے اگر ایک انسانی طبقہ ناجائز ذرائع سے مال بڑھائے گا تو دوسرے طبقے میں اسی تناسب سے مال کی کمی پیدا ہو گی۔ کیونکہ ناجائز ذرائع کا استعمال دو انسانوں کے درمیان ہے۔ انسان اور غیر انسان کے درمیان نہیں۔ جب ایک طبقہ

کے پاس ناجائز دروازے سے مال آئے گا تو جس انسان کے ساتھ اس نے ناجائز معاملہ کیا، اس کے پاس مال کی کمی پیدا ہوگی اور توازن معاشی بگڑ جائے گا۔

انفاقی تحدید اسلام نے دوسری پابندی مال خرچ کرنے پہ لگائی کہ وہ ناجائز کاموں میں صرف نہ ہو۔ یہ تبذیر ہے۔ اور نہ بے ضرورت خرچ ہو۔ یہ اسراف ہے بلکہ خرچ میں اعتدال قائم رکھا جائے۔ ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا۔ تم ناجائز کاموں میں مال صرف نہ کرو۔ کہ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان خدا کی نعمت کا ناشکر گذار ہے۔ دیکھو! قرآن نے اس جرم کے لئے کس قدر سخت لفظ استعمال کیا۔ ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ تم خرچ کے وقت نہ ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھے رکھو کہ ضرورت پر بھی خرچ نہ کرو اور نہ بہت پھیلا کر رکھو کہ غیر ضروری اشیاء پر خرچ کرنے لگ جاؤ۔ پہلی صورت میں بخل کا الزام لگ کر رسوا اور ملامت زدہ ہو جاؤ گے۔ اور دوسری صورت میں خود غریب اور درماندہ ہو جاؤ گے۔ حدیث میں آیا ہے:۔ الاقتصاد نصف المعیشة۔ خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت کو درست کرتا ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ البزاذة من الایمان۔ سادہ زندگی ایمان کی علامت ہے۔ خود حضور علیہ السلام، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اور مقبولینِ بارگاہِ الٰہی نے سادہ زندگی گزاری۔ ان ھدایات کی حکمت یہ ہے کہ جب مال ناجائز محل میں یا بے جا صرف ہوگا تو بچت نہ ہوگی اور وہ محتاج طبقہ پر کچھ صرف نہ کر سکے گا۔ اگر صرفِ بے جا کی وجہ سے مال ہی نہ رہا تو غریب طبقہ کی خبرگیری کیسے کر سکے گا۔ اور محتاجوں پر خرچ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ خالی ہوگا۔ اسلام چاہتا ہے کہ دولت کا رخ بے جا محل سے موڑ کر کارِ خیر، غرباء اور اشاعتِ دین کے کاموں کی طرف متوجہ کر دے۔ اور یہی چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے معاشی حالت میں بھی توازن پیدا ہوگا۔ اور نیکی بھی پھیلے گی۔ جس سے دنیا بھی سدھرے گی۔ اور آخرت بھی۔ یورپ کے صرفِ بے جا کی تفصیل گزر چکی ہے۔ جو عدمِ توازنِ معاشی کا اصل سبب ہے۔

تقسیم دولت زندگی میں اسلام نے ایسے قوانین عطا کئے جس سے زندگی میں بھی دولت زیادہ سے زیادہ حرکت کرے۔ اور مرنے کے بعد بھی۔ زندگی میں قانون خمس، قانون زکوٰۃ، قانون عشر و نصف عشر و ربع عشر، قانون کفارات، قانون صدقۃ الفطر، قانون اداء نذور، اعطاء سائل ومحروم اور اعطاءِ زائد عن الضرورت ایسے قوانین ہیں جس سے دولت تقسیم ہوکر متحرک ہو جاتی ہے۔ اور معاشی سطح

متوازن ہو جاتی ہے۔ ادیانِ عالم اور قوانینِ انسانیہ میں ایسے مکمل نظام کی نظیر موجود نہیں۔

بعدالموت انسان جب مرجاتا ہے تو یورپ کے قانون میں اکبرالاولاد یعنی سب سے بڑا بیٹا یا بیٹی وارث ہوتے ہیں۔ گویا ایک سانپ خزانے سے ہٹا اور ایک دوسرا اس کی جگہ بیٹھ گیا۔ باقی رشتہ داروں کو صرف گذارہ دیا جاتا ہے۔ ہندو اور منو دھرم شاستر میں صرف لڑکے وارث ہیں۔ لڑکیاں وارث نہیں لیکن اسلام نے وراثتی تقسیم کا مکمل نظام مقرر کیا۔ کہ اس میں کل اولاد ذکور و اناث، بیویاں، والدین، بھائی بہنیں اور چچے بھتیجے سب حسب ترتیب مقرر حق دار ہوتے ہیں۔ جن کی تین قسمیں ہیں۔ ذوالفروض۔ عصبات۔ ذوالارحام وغیرہ۔ میں نے اپنی اُردو تصنیف شرعی ضابطۂ دیوانی میں اس کو مفصل لکھا ہے۔ اگر مذکورہ ورثاء موجود نہ ہوں تو پھر میت کا کُل ترکہ بیت المال میں تمام مسلمانوں کا حق بن جاتا ہے۔ یہ مختصر خاکہ ہے۔ جو ہم نے اسلامی معاشی نظام کے سلسلے میں پیش کیا۔

یورپ اور امریکہ نے آخرت اور دین کو تو چھوڑا صرف روٹی کی تقسیم کا مسئلہ ہاتھ میں لیا۔ لیکن اس تقسیم کا جو نتیجہ ہے، وہ ہم نے اس مقالہ میں نقل کیا ہے کہ اقوام متحدہ کی سماجی رپورٹ ہے کہ انسانوں کی نصف آبادی بھوکی اور امراض میں مبتلا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ نحن قسمنا بینھم معیشتھم کہ روٹی کی تقسیم ہم نے کی ہے جس کی تفصیل ہم نے ابھی بیان کی۔ اس لئے اسلام نظام معاشی کے دور میں نووی نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ مال کے لئے لوگوں کو بلاتے تھے۔ لیکن کوئی نہ آیا۔

تقسیم رزق خدا کا کام تھا۔ جب انسان ناقص نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ تو نصف دنیا بھوکی ہوگئی اور یہ یقینی بات ہے کہ جو کام کمشنر یا گورنر کے کرنے کا ہو۔ اس کو کوئی چپراسی ہرگز انجام نہیں دے سکتا۔ تو آئینِ تقسیم رزق جو خدا کا کام ہے، اس کو ضعیف انسان جو خدا سے بدرجہا کم اہلیت رکھتا ہے۔ کیسے انجام دے سکے گا۔ یورپ نے جب تقسیم رزق کا مسئلہ ہاتھ میں لیا۔ تو لوگوں کو اُمید تھی کہ اب روٹی کی فراوانی ہوگی۔ لیکن ہوا کیا بقول اکبرؔ (رباعی)

تھے فکر میں کیک کے سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی بڑی چیز سو چھوٹی بھی گئی
اپنی تو ہوئی وہی مثل اے اکبرؔ!
پتلون کے فکر میں لنگوٹی بھی گئی